ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

علامہ سندیلوی اور نیلوی کے نظم قرآن کے امتیازات ایک تحقیقی مطالعہ

Distinctive Features of Quranic Coherence in Sandilwi and Nilawi A Research Study

Dr. Aisha Shafqut
Assistant Professor, Gulab Devi Educational Complex, Lahore, Pakistan.
Email: musyyebahmad@gmail.com

Abstract

This article investigates the distinctive features of Quranic coherence attributed to Ali Ahmad Sandilwi and Muhammad Husayn Nilawi in selected exegetical extracts. Rather than presenting their interpretive achievements as competing claims of superiority, it examines differences in textual organisation, explanatory practice, and the scale at which connections are established. A descriptive and analytical approach is employed to compare Sandilwi's manuscript material with the account of Nilawi's Tabyin al Quran preserved in the supplied thesis. The discussion focuses on the distinction between a surah's central claim and its general subject, the relative prominence of connections between verses and surahs, the number and distribution of proposed relationships, and the role of theological and educational concerns. It also examines the implications of explanatory translation, extended commentary, and incomplete manuscript access for comparative evaluation. The findings indicate that Nilawi's distinctive contribution lies in presenting interconnected interpretation through a continuous explanatory translation, whereas Sandilwi's material offers a enumeration of thematic relationships in selected passages. These differences concern the organisation and presentation of interpretation and do not independently establish greater accuracy. The article identifies several limitations within the source thesis, including inconsistent descriptions of stylistic features and the inclusion of biographical material within methodological comparison. It argues that stronger conclusions require systematic examination of equivalent passages and access to the primary works. The study concludes that both approaches contribute to connected Quranic reading, while their distinctive features should be evaluated through textual evidence, source transparency, contextual adequacy, and careful differentiation between documented characteristics and evaluative judgments.

Keywords: Sandilwi, Nilawi, Coherence, Unity, Methodology, Translation, Manuscripts

تعارف موضوع

نظم قرآن کے مطالعے میں مفسرین کے اشتراکات کے ساتھ ان کے امتیازات کی شناخت ضروری ہے، کیونکہ ایک ہی قرآنی مقام مختلف علمی ترجیحات کے تحت الگ انداز میں سمجھایا جاسکتا ہے۔ علی احمد سندیلوی اور محمد حسین نیلوی کے تفسیری کام میں ربط و مناسبت کی اہمیت مشترک ہے، لیکن دونوں کی پیش کش، توضیح اور استدلال کی ترتیب یکساں نہیں۔ فراہم کردہ ڈاکٹری مقالے میں ان اختلافات پر ایک فصل موجود ہے، جس میں ترجمے، تفسیری اسلوب، روابط کی تعداد اور علمی خدمات کا ذکر جمع ہو گیا ہے۔ زیر نظر مطالعہ ان پہلوؤں کو الگ کرکے یہ جانچتا ہے کہ کون سی خصوصیت منہجی امتیاز ہے اور کون سی تحسین یا سوانحی اطلاع۔ تحقیق کا سوال یہ ہے کہ دونوں مفسرین قرآن کے باہمی تعلقات کو کس سطح پر نمایاں کرتے ہیں اور ان کا انداز قارئین کے فہم پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ یہاں امتیاز سے مراد کسی مفسر کی مطلق برتری نہیں، بلکہ قابل شناخت علمی خصوصیت ہے۔ مطالعے کی بنیاد دستیاب تفسیری اقتباسات اور متعلقہ مواد ہے؛ اصل مطبوعہ تفسیر اور مخطوطے کی آزاد مقابلت کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ اسی حد کے اندر دستاویزی شہادت، تجزیے اور نتیجے میں امتیاز رکھا گیا ہے۔[1]

[1] محمد حسین نیلوی، **تبیین القرآن** (کامل، چہار حصص) (پاکستان: اشاعۃ التوحید والسنۃ، بلا تاریخ)، ص ۲، ۱۵؛ علی احمد سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، مخطوطہ، مملوکہ شہزاد علی احمد سندیلوی، بلا تاریخ، ص ۱۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

تحقیقی طریق کار اور ماخذ کی حدود

بنیادی مواد مقالے کے مطبوعہ صفحات ۱۷۹ تا ۲۰۰ سے لیا گیا ہے۔ وضاحت کے لیے ص ۱۴۰–۱۵۸ اور ۲۰۱–۲۳۰ کے تقابلی مباحث بھی دیکھے گئے ہیں۔ ہر خصوصیت کو چار سوالات سے جانچا گیا: کیا وہ متن میں دکھائی گئی ہے، کیا دونوں کے یکساں مقامات کا موازنہ ہوا ہے، کیا وہ علمی طریقے سے متعلق ہے، اور کیا اس سے صحت تفسیر کا نتیجہ لازم آتا ہے؟ مخطوطے کی عدم دستیابی کو مفسر کے علمی کام کی عدم موجودگی نہیں سمجھا گیا۔ ماخذ کے داخلی اختلافات بھی نتائج کی حد متعین کرنے میں ملحوظ ہیں۔

۱۔ امتیاز کی شناخت اور برتری کے دعوے کا فرق

کسی تفسیری کام کا امتیاز اس کی قابل شناخت خصوصیت ہے۔ مختصر بیان، تفصیلی استدلال، روابط کی کثرت یا رواں ترجمہ الگ اوصاف ہیں، مگر ان میں سے کوئی وصف تنہا تفسیر کی صحت ثابت نہیں کرتا۔ ایک مختصر توجیہ زیادہ مضبوط ہو سکتی ہے اور ایک طویل بحث بھی ضروری تفصیل فراہم کر سکتی ہے۔ اصل معیار دلیل، سیاق اور مفہوم کی درست نسبت ہے۔[2]

فراہم کردہ مقالے میں دونوں مفسرین کے لیے تحسینی تعبیرات بھی استعمال ہوئی ہیں۔ ان تعبیرات کو علمی نتائج میں بدلنے کے لیے نمونوں کی منظم جانچ ضروری ہے۔ کسی کام کو پہلا، بہترین یا مکمل کہنا تاریخ اور متعلقہ ذخیرے کی وسیع تحقیق چاہتا ہے۔ موجودہ مطالعہ ایسے دعووں کو ماخذ کی رائے کے درجے میں رکھتا ہے۔

اس حد بندی سے دونوں مفسرین کی قدر کم نہیں ہوتی۔ ان کے حقیقی امتیازات زیادہ واضح ہوتے ہیں: کس نے ربط کو ترجمے کے تسلسل میں دکھایا، کس نے ایک مقام کے متعدد پہلو کھولے، اور کہاں قارئین کو دلیل زیادہ آسانی سے ملتی ہے۔ یہی سوالات تقابل کو تحسین سے تحقیق کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

امتیاز کی علمی تعریف میں ایک اور شرط تکرار پذیری ہے۔ اگر ایک خصوصیت صرف ایک مقام میں ہو تو اسے اس مقام کا وصف کہا جائے؛ پورے منہج کا امتیاز بنانے کے لیے متعدد متعلقہ مثالیں چاہییں۔ اسی طرح کسی مفسر کی تعریف میں نقل شدہ تبصرہ خود متنی تحقیق کا بدل نہیں بنتا۔ یہ فرق دونوں کے بارے میں یکساں برتا جائے۔ اس اصول سے تحقیق میں انصاف پیدا ہوتا ہے اور قارئین بھی جانتے ہیں کہ کون سا نتیجہ وسیع مواد پر قائم ہے۔ موجودہ مطالعہ اسی وجہ سے عمومی برتری کے بجائے دستیاب نمونوں میں واضح خصوصیات کو اہمیت دیتا ہے اور وسیع دعووں کو مزید تحقیق کے لیے باقی رکھتا ہے۔

امتیاز کی قدر پیمائی میں تحقیق کے سوال کو پہلے واضح کرنا ضروری ہے۔ اگر سوال ترجمے کی سہولت کا ہو تو مسلسل عبارت اہم ہو گی؛ اگر سوال روابط کی تفصیل کا ہو تو مختلف مناسبتوں کا احاطہ دیکھا جائے گا۔ دونوں سوالات الگ ہیں، اس لیے ان کا ایک ہی نتیجہ نہیں ہونا چاہیے۔ نیلوی اور سندیلوی کے کام کو اسی زاویے سے پڑھنے سے ان کی خدمات کی الگ نوعیت سامنے آتی ہے۔ ایک مفسر کا مختصر بیان قارئین کو بنیادی مفہوم سمجھا سکتا ہے، دوسرے کی تفصیل مزید تحقیق کے لیے سوالات پیدا کر سکتی ہے۔ علمی انصاف ان دونوں فوائد کی شناخت میں ہے۔

کسی امتیاز کے ساتھ اس کی حد بھی بیان ہونی چاہیے۔ مثلاً مسلسل توضیحی ترجمہ ایک واضح ابلاغی وصف ہے، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر تشریحی اضافہ متنی طور پر لازم ہے۔ اسی طرح متعدد روابط کا بیان تدبر کی وسعت دکھا سکتا ہے، مگر اس سے ہر ربط کی الگ صحت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ فرق نہ رکھا جائے تو تعریف علمی دعوے میں بدل جاتی ہے اور قاری اس دعوے کی دلیل سے محروم رہتا ہے۔ موجودہ مطالعہ ہر خصوصیت کے ساتھ اس کی افادیت اور اس سے لازم نہ آنے والے نتائج دونوں کو واضح کرتا ہے۔

امتیاز کی تحقیق میں انتخاب کا اصول بھی اہم ہے۔ صرف وہ مقامات منتخب کرنا جہاں کسی مفسر کا بیان زیادہ پسند آئے، پورے منہج کی درست تصویر نہیں دیتا۔ چھوٹی اور طویل سورت، حقوقی اور قصصی مقام، قریب کا ربط اور بڑے موضوعی تعلق، سب سے متعلق مثالیں سامنے آنی چاہییں۔ اس طریقے سے معلوم ہو گا کہ کوئی خصوصیت مستقل ہے یا مخصوص مقام تک محدود۔ فراہم کردہ مقالے کے منتخب مواد سے ابتدائی نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں، مگر مکمل تصانیف کے بارے میں وسیع حکم کے لیے زیادہ منظم انتخاب ضروری ہو گا۔ یہ احتیاط دونوں مفسرین پر یکساں نافذ ہے۔

---

[2] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۳، ۱۵؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱، ۳۲۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۲۔تبیین القرآن میں مسلسل توضیحی ترجمہ

نیلوی کے کام کا سب سے واضح امتیاز ربط کو مسلسل تفسیری ترجمے میں پیش کرنا ہے۔ فراہم کردہ مقالے کے مطابق قاری ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف جاتے ہوئے موضوع کا دھاگا قائم محسوس کرتا ہے۔ یہ خصوصیت صرف الگ عنوانات سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ جملوں کی توضیح، خطاب کی شناخت اور مقدر تعلقات کی ترجمانی سے بنتی ہے۔[3]

اس طریقے کا فائدہ یہ ہے کہ عربی سے ناواقف قاری کو آیات کا تعلق سمجھنے کے لیے ہر جگہ الگ طویل شرح نہیں پڑھنی پڑتی۔ بعض سوالات کا جواب عبارت کے اندر مل جاتا ہے۔ تاہم رواں بیان کا فائدہ اس وقت پوری طرح معتبر ہے جب اضافی تشریح اصل مفہوم کو غیر ضروری طور پر محدود نہ کرے۔

اس لیے نیلوی کے امتیاز کو دو سطحوں پر جانچنا چاہیے۔ پہلی سطح ابلاغ کی ہے، جس میں تسلسل اور وضاحت اہم ہیں۔ دوسری سطح دلالت کی ہے، جس میں دیکھا جاتا ہے کہ شامل کی گئی توضیح الفاظ اور سیاق سے کس درجے میں ثابت ہے۔ ابلاغ کی کامیابی اور دلالت کی صحت متعلق ضرور ہیں، لیکن دونوں کا الگ جائزہ لازم ہے۔

مسلسل توضیحی ترجمے کی قدر جانچنے کے لیے ایک آیت سے دوسری کی طرف انتقال دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر خطاب بدلتا ہو تو کیا ترجمہ اس تبدیلی کو واضح کرتا ہے؟ اگر سوال کا جواب بعد میں آتا ہو تو کیا اس تعلق کی پہچان ہوتی ہے؟ اگر کسی ضمیر کا مرجع پہلے بیان ہوا ہو تو کیا توضیح غیر ضروری تکرار کے بغیر اسے قابل فہم بناتی ہے؟ یہ سوالات ابلاغی امتیاز کو قابل جانچ صورت دیتے ہیں۔ نیلوی کے کام کی تعریف اسی طرح مضبوط ہو سکتی ہے۔ صرف روانی کا تاثر کافی نہیں؛ قاری کو دکھایا جائے کہ عبارت کی کون سی تشکیل نے قرآنی تعلق سمجھنے میں واقعی مدد دی ہے۔

نیلوی کے ترجمے میں مسلسل بیان کا مطلب محض دو آیات کے درمیان ایک اضافی لفظ رکھ دینا نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ خطاب کا رخ، دلیل کا تعلق اور جملے کی غرض قاری پر واضح ہوتی ہے یا نہیں۔ بعض عربی ساختیں ایسی ہوتی ہیں جن کا تعلق زبان جاننے والے کے لیے ظاہر اور ترجمہ پڑھنے والے کے لیے کم واضح ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں توضیح مفید ہو سکتی ہے۔ لیکن فائدے کی تحقیق کے لیے اصل عربی اور ترجمہ دونوں ساتھ دیکھنا لازم ہے، کیونکہ رواں عبارت کبھی اصل کے احتمالات کو ایک منتخب مفہوم میں محدود بھی کر سکتی ہے۔

فراہم کردہ مقالہ اس ترجمے کی خصوصیت یہ بیان کرتا ہے کہ بعض سوالات کا جواب الگ طویل شرح کے بجائے عبارت کے اندر مل جاتا ہے۔ اس طریقے کو ابلاغی اعتبار سے ایک قوت سمجھا جاسکتا ہے۔ تاہم قاری کی سہولت اور محقق کی ضرورت ہمیشہ یکساں نہیں ہوتی۔ عام مطالعے میں مختصر توضیح کافی ہو، مگر علمی مقالے میں اس توضیح کے مصادر اور متبادل اقوال بھی درکار ہو سکتے ہیں۔ اس لیے **تبیین القرآن** کی پیش کش کو اپنے مقصد کے اعتبار سے پڑھنا چاہیے۔ عمومی سہولت کو تحقیقی جامعیت کے ساتھ خلط کرنا درست نہیں۔[4]

سندیلوی کے مقابل اس امتیاز کی صحیح تعبیر یہ نہیں کہ وہ مربوط بیان سے بے تعلق ہیں۔ فرق دستیاب مواد کی صورت کا ہے: ایک جانب مکمل توضیحی ترجمے کا بیان اور دوسری جانب مخطوطے کے منتخب روابط۔ دونوں میں ابلاغ کی الگ ضرورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر ایک کام ابتدا ہی سے مسلسل قراءت کے لیے مرتب ہو اور دوسرا تفصیلی نوٹس کی صورت رکھتا ہو تو ظاہری ترتیب کا فرق اسی نوعیت سے بھی پیدا ہو گا۔ اس لیے تقابل میں تصنیف کی غرض، صورت اور دستیابی کو ایک ساتھ رکھنا علمی طور پر ضروری ہے۔

۳۔ترجمے میں مفہوم اور تفسیر کی سرحد

تفسیری ترجمہ لفظی مفہوم کو توضیح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس کا استعمال علمی روایت میں مفید ہے، مگر تحقیق میں اضافے کی شناخت ناگزیر ہے۔ جب محذوف عبارت کی تقدیر، عقیدے کی توضیح یا اختلافی رائے ایک ہی مسلسل جملے میں آئے تو عام قاری ان سب کو یکساں طور پر قرآنی عبارت کا ترجمہ سمجھ سکتا ہے۔[5]

فراہم کردہ مقالہ نیلوی کے ہاں قوسین کے بغیر وضاحت کی شمولیت کو ایک نمایاں وصف قرار دیتا ہے۔ اس وصف کی علمی قدر سہولت کے اعتبار سے دیکھی جاسکتی ہے؛ لیکن اسے ہر حال میں زیادہ درست ترجمے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ وضاحت کا نمایاں ہونا بھی ایک ضروری علمی خوبی ہے۔

---

[3] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵، ۲۲۔

[4] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵، ۲۲۔

[5] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵، ۲۲۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مناسب تقابل میں ایک ہی آیت کا سادہ ترجمہ، نیلوی کی توضیح اور متعلقہ سیاق ساتھ رکھے جائیں۔ پھر دیکھا جائے کہ اضافہ کون سا مسئلہ حل کرتا ہے اور کس احتمال کو ترجیح دیتا ہے۔ اس طرح ترجمے کی روانی بھی سمجھی جاتی ہے اور مفسر کا اجتہادی حصہ بھی واضح ہوتا ہے۔ یہ سوال خصوصاً تعلیمی استعمال میں اہم ہے، جہاں طلبہ کو متن اور شرح کی پہچان سکھانا ضروری ہے۔

اس سوال کا تعلق صرف غیر عربی قارئین سے نہیں، تحقیقی نقل سے بھی ہے۔ اگر کوئی محقق توضیحی ترجمے کے جملے کو آیت کا لفظی ترجمہ سمجھ کر استعمال کرے تو بعد کا استدلال متاثر ہو سکتا ہے۔ اس لیے اقتباس لیتے وقت اصل عربی، بنیادی مفہوم اور اضافی توضیح کی شناخت ضروری ہے۔ قوسین ایک ممکن طریقہ ہیں، لیکن حاشیہ یا الگ تشریح بھی یہ کام کر سکتی ہے۔ اصل مقصد بصری علامت نہیں، علمی شفافیت ہے۔ اس اصول کے ساتھ نیلوی کا ترجمہ ابلاغی سہولت کا نمونہ بن سکتا ہے اور اس کی علمی جانچ بھی ممکن رہتی ہے۔ یوں تحسین اور تنقید ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔

اصل ترجمے اور تفسیر کی سرحد جانچنے کے لیے ایک مفید معیار یہ ہے کہ اضافی عبارت ہٹانے سے بنیادی جملہ کیا معنی دیتا ہے۔ اگر اضافہ صرف واضح مرجع یا محذوف تعلق کھولتا ہے تو وہ ابلاغی توضیح ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے بغیر کئی معتبر معانی باقی ہوں اور اضافہ ان میں سے ایک کو متعین کرے تو وہ ترجیحی تفسیر ہے۔ دونوں صورتوں کی افادیت ہو سکتی ہے، مگر ان کی شناخت الگ ضروری ہے۔ نیلوی کے ترجمے میں مناسبت کی توضیح کو اسی طرح مقام وار پڑھنے سے اس کا اجتہادی حصہ زیادہ واضح ہو گا۔

بسم اللہ اور ہدایت کی دعا سے متعلق مقالے کی مثالیں اس سوال کو نمایاں کرتی ہیں۔ کسی محذوف قول کی تقدیر یا ہدایت کے مفہوم میں استقامت کی ترجیح، صرف لفظی ترجمے سے آگے کی توضیح ہے۔ اس لیے تحقیق میں اس توضیح کا مقصد اور اس کا قرینہ ساتھ بیان ہونا چاہیے۔ اعتراض کا جواب ایک ابلاغی ضرورت ہو سکتا ہے، لیکن معنی کی ترجیح کی مستقل بنیاد بھی درکار ہو گی۔ نیلوی کی کوشش کو اسی دو سطحی معیار سے سمجھنے سے تحسین اور علمی تنقید دونوں کے لیے درست جگہ ملتی ہے۔[6]

اس امتیاز کا عملی اثر اقتباس کی صورت میں بھی سامنے آتا ہے۔ اگر بعد کا مصنف تشریحی جملے کو اصل آیت کا ترجمہ سمجھ کر نقل کرے تو ایک اجتہادی ترجیح غیر محسوس طور پر مستقل دلیل بن سکتی ہے۔ اس لیے علمی حوالہ دیتے وقت واضح ہو کہ عبارت ترجمہ ہے، تشریح ہے یا کسی خاص موقف کی ترجیح۔ یہی شفافیت قارئین کو مختلف معتبر تعبیرات سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ مسلسل ترجمے کی روانی محفوظ رکھتے ہوئے مختصر حاشیہ اس ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔ اس اعتبار سے بہتر تدوین، اصل تفسیری خدمت کو مزید قابل استعمال بنا سکتی ہے۔

۴۔ دعوی سورت اور موضوع سورت کا منہجی فرق

مقالے کی تقابلی بحث میں نیلوی کے لیے دعوی سورت اور سندیلوی کے لیے موضوع سورت کی تعبیر ذکر ہوئی ہے۔ دعوی کسی مرکزی قضیے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے گرد دلائل، تنبیہات اور نتائج ترتیب پاتے ہیں۔ موضوع ایک وسیع مضمون بھی ہو سکتا ہے جس کے متعدد پہلو سورت میں بیان ہوتے ہیں۔ دونوں الفاظ کے استعمال سے منہجی فرق کا امکان سامنے آتا ہے، لیکن صرف اصطلاح کا فرق کافی ثبوت نہیں۔[7]

نیلوی کے ہاں توحید اور اس سے متعلق اصلاحی مباحث اس مرکزی دعوے کی توضیح میں اہم ہیں۔ سندیلوی کے ہاں موضوع کے مختلف پہلوؤں سے متعدد مناسبتیں اخذ کرنے کا رجحان مقالے میں نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ فرق مرکز کی تعیین اور تفصیل کی ترتیب سے متعلق ہے۔

اسے جانچنے کا بہتر طریقہ کسی مکمل سورت کے ذیلی مضامین کی فہرست بنانا ہے۔ اگر ہر مضمون دعوے کی دلیل یا نتیجہ بنتا ہے تو قضیاتی نظم زیادہ واضح ہو گا۔ اگر مختلف مضامین ایک عمومی مقصد کے تحت جمع ہوں تو موضوعی وحدت کا پہلو نمایاں ہو گا۔ دونوں صورتوں کی افادیت متن کے مناسب احاطے سے متعین ہو گی۔

مرکزی قضیے اور وسیع موضوع کا فرق عملی مثال سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ کسی سورت میں دعوت، اعتراض، دلیل اور تنبیہ ایک ہی قضیے کے گرد جمع ہوں تو دعوی کی تعبیر موزوں ہو سکتی ہے۔ کسی سورت میں متعدد متعلقہ احکام ہوں تو موضوع کی وسیع تعبیر زیادہ جامع ہو سکتی ہے۔ یہ فیصلہ پہلے سے مفسر کے نام کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے۔ متن کی تشکیل کو دیکھ کر اصطلاح کی مناسبت جانچی جائے۔ اس لیے دونوں کے استعمال کی تحقیق میں چند مختلف نوعیت کی سورتیں منتخب کرنا بہتر ہو گا۔ یکساں نوع کے چند مقامات پورے منہج کی وسعت سامنے نہیں لاتے۔

---

[6] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵۔

[7] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۴۳؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۳۲۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

دعوی سورت اور موضوع سورت کا فرق صرف اصطلاحی عنوان میں تلاش کرنا مناسب نہیں۔ ایک قضیہ اس وقت مرکزی دعوی بنتا ہے جب سورت کے دلائل، اعتراضات اور نتائج اس سے متعین نسبت رکھتے ہوں۔ وسیع موضوع ان مختلف مضامین کو جمع کر سکتا ہے جن کی باہمی مناسبت موجود ہو، مگر وہ سب ایک ہی قضیے کی دلیل نہ ہوں۔ اس لیے دونوں تعبیرات کی صحت کا فیصلہ عملی نقشے سے ہو گا۔ اگر ایک ہی سورت دونوں انداز میں اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہو تو انہیں فوری طور پر متضاد طریقے قرار دینا ضروری نہیں۔

فراہم کردہ مقالے میں نیلوی کے ہاں دعوی کی وضاحت کے ساتھ زجر، تسلی اور دوسرے ذیلی عنوانات کا ذکر بھی آتا ہے۔ ان عنوانات کا فائدہ تب ظاہر ہو گا جب وہ آیات کے استدلالی کردار کو پہچاننے میں مدد دیں۔ ہر مقام میں ایک ہی اصطلاح دہرانا کافی نہیں؛ بتایا جائے کہ یہ حصہ دلیل کیوں ہے یا تسلی کس سوال کا جواب ہے۔ سندیلوی کے موضوع وار روابط کو بھی اسی معیار سے جانچا جا سکتا ہے۔ اگر مختلف مناسبتیں سورت کے الگ مقاصد واضح کرتی ہیں تو وہ ایک جامع موضوع کی تفصیل بن سکتی ہیں۔[8]

اس تقابل کا ایک اہم حاصل یہ ہے کہ اصطلاحات کی تعداد کو منہج کی تکمیل کا معیار نہ بنایا جائے۔ مختصر اصطلاح کے تحت مضبوط تجزیہ بھی ممکن ہے اور بہت سے عنوانات کے باوجود اصل تعلق غیر واضح رہ سکتا ہے۔ علمی معیار یہ ہے کہ عنوان متن کے سوال کو واضح کرے اور اس کی ترتیب سمجھنے میں مدد دے۔ نیلوی اور سندیلوی دونوں کے لیے یہی سوال یکساں ہو گا۔ اس سے تقابل لفظی اختلاف سے آگے بڑھتا ہے اور قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مفسرین کلام کی ساخت کو کن مختلف زاویوں سے سمجھاتے ہیں۔

۵۔ آیات کے ربط اور سورتوں کی مناسبت

آیات کے باہمی تعلق اور سورتوں کی مناسبت دو الگ سطحیں ہیں۔ پہلی میں قریب کا سیاق، ضمیر، عطف، استدراک اور ترتیب بحث سامنے ہوتے ہیں۔ دوسری میں بڑی معنوی اکائیوں کے تعلق کی شناخت کی جاتی ہے۔ مقالے میں نیلوی کے ترجمے کے اندر آیات کے تسلسل اور سندیلوی کے منتخب سورت وار روابط کا فرق نمایاں ہے۔[9]

تاہم یہ کہنا کہ ایک مفسر آیات سے بالکل بحث نہیں کرتا، دستیاب شہادت سے زیادہ وسیع ہو گا۔ مقالہ سندیلوی کے بعض روابط میں آیتوں کے حوالے بھی پیش کرتا ہے۔ اسی طرح نیلوی کی تفسیر میں سورتوں کی مناسبت ایک مستقل پہلو ہے۔ صحیح فرق غالب توجہ اور پیش کش کا ہے، مکمل موجودگی یا عدم موجودگی کا نہیں۔

تحقیق میں ہر مثال کی اکائی واضح ہونی چاہیے۔ کبھی دو آیتیں، کبھی رکوع اور کبھی دو مکمل سورتیں زیر نظر ہوتی ہیں۔ مختلف اکائیوں کی تعداد کو ایک ہی پیمانے پر رکھنا نتائج کو متاثر کرتا ہے۔ اس لیے دونوں کے امتیاز کی شناخت اکائی کی نوعیت اور دلیل کی سطح کے ساتھ کی جائے۔

اکائی کے فرق کو ایک عملی صورت میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ دو مسلسل آیات میں دلیل اور نتیجہ کا تعلق ہو، جبکہ دو سورتوں میں بنیادی مضمون اور اس کی تفصیل کا ربط ہو۔ دونوں درست مناسبتیں ہو سکتی ہیں، مگر پہلی کی شہادت قریب کے الفاظ اور دوسری کی شہادت زیادہ وسیع مطالعے سے ملے گی۔ اگر عددی فہرست میں دونوں کو ایک ہی نوع کے روابط سمجھا جائے تو موازنہ غیر متوازن ہو گا۔ سندیلوی کی تفصیل اور نیلوی کے ترجمے کو اس مسئلے کے ساتھ پڑھنے سے تقابل زیادہ درست بنتا ہے۔ اس طرح ربط کی سطح اور اس کی قوت الگ الگ واضح ہوتی ہیں۔

ربط کی اکائی متعین نہ ہو تو تعداد اور تفصیل دونوں کا تقابل متاثر ہوتا ہے۔ ایک سورت کی مختلف آیات کا فاتحہ کے ساتھ تعلق اور اسی سورت کا اپنی ماقبل سورت سے تعلق الگ سوالات ہیں۔ فراہم کردہ مقالے کے آغاز میں سندیلوی کے بعض روابط فاتحہ کے ساتھ مناسبت کے طور پر ذکر ہیں، جبکہ بعد کے مباحث میں مسلسل سورتوں کے درمیان تعلق زیر بحث ہے۔ ان دونوں صورتوں کے اعداد کو ایک ہی فہرست میں رکھنا درست نہیں۔ فرق کی شناخت سے وہ ظاہری تضاد بھی کم ہو سکتا ہے جو صرف مختلف اکائیوں کو یکساں سمجھنے سے پیدا ہو۔

مقالے میں سندیلوی کے بارے میں فاتحہ کے ساتھ بقرہ اور دوسری سورتوں کے متعدد روابط نقل ہوئے ہیں۔ اس مواد کا مقصد مجموعی قرآنی تعلق دکھانا ہے۔ اس کے مقابل نیلوی کے منتخب نظائر میں ماقبل اور مابعد سورتوں کی مناسبت نمایاں ہے۔ یہ دونوں طریقے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے بجائے مختلف سطحوں کی توضیح بھی ہو سکتے ہیں۔ تحقیق کو پہلے یہ بتانا چاہیے کہ موازنہ کس سطح پر ہے۔ اس کے بعد ہی دلیل کی قوت، روابط کے تنوع اور پیش کش کی سہولت کا فیصلہ معتبر ہو گا۔[10]

---

[8] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۴۴۳؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۳۲۔

[9] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۲۴، ۲۸، ۶۴، ۳۳؛ نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲۳۶۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اکائی کی اس حد بندی سے آیات اور سورتوں کے تعلق کا امتیاز زیادہ صاف ہوتا ہے۔ قریب کی آیت کے لیے ضمیر یا عطف ایک واضح قرینہ ہو سکتا ہے، مگر مکمل سورت کے لیے زیادہ وسیع معنوی مطالعہ درکار ہو گا۔ اگر دونوں سطحوں میں ایک ہی نوع کی دلیل مانگی جائے تو یا قریب کے ربط کو غیر ضروری طور پر پیچیدہ بنایا جائے گا یا بڑے تعلق کو بہت آسانی سے قبول کر لیا جائے گا۔ اس لیے دونوں مفسرین کے کام کی قدر پیمائی اکائی، قرینہ اور نتیجے کے مشترک ریکارڈ کے ساتھ کی جائے۔

۶۔ سندیلوی کے ہاں متعدد روابط کی تفصیل

فراہم کردہ مقالہ سندیلوی کے بعض مقامات میں روابط کی بڑی تعداد نقل کرتا ہے۔ نساء اور مائدہ کے درمیان متعدد مناسبتوں کا ذکر ہے اور مائدہ وانعام کے تعلق میں بھی تفصیل سامنے آتی ہے۔ یہ خصوصیت بتاتی ہے کہ ایک ہی قرآنی ترتیب کو کئی معنوی زاویوں سے دیکھنے کی کوشش ہوئی ہے۔[11]

ایسی تفصیل فائدہ مند ہو سکتی ہے اگر ہر ربط الگ متنی پہلو دکھائے۔ عقیدہ، حکم، تاریخی مثال اور اخلاقی ہدایت ایک دوسرے سے مختلف تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ میں دہرانا مستقل نئے ربط کے برابر نہیں۔ تعداد کو علمی قدر سمجھنے سے پہلے تکرار اور حقیقی تنوع الگ کیے جائیں۔

سندیلوی کے کام کا جائزہ اسی اصول سے ہونا چاہیے۔ روابط کی کثرت ان کے تدبر کی وسعت کا نشان ہو سکتی ہے، مگر ہر رابطے کی صحت کا فیصلہ الگ ہو گا۔ مکمل مخطوطے کی تحقیق میں روابط کو آیات، مضمون اور نوع مناسبت کے مطابق مرتب کرنا مفید ہو گا۔ اس سے واضح ہو گا کہ کون سا تعلق نئی توضیح دیتا ہے اور کون سا پہلے ربط کی توسیع ہے۔

مجموعی تعداد کے علاوہ روابط کی ترتیب بھی تحقیق طلب ہے۔ کیا پہلے عمومی تعلق اور پھر خاص مثالیں آتی ہیں، یا مختلف مناسبتیں بغیر درجہ بندی جمع ہیں؟ اگر ترتیب واضح نہ ہو تو قاری کو ہر تعلق کی اصل جگہ سمجھنے میں مشکل ہو سکتی ہے۔ یہ پیش کش کا مسئلہ ہے، لازماً علمی مواد کی کمزوری نہیں۔ سندیلوی کے دستیاب روابط کو موضوع وار مرتب کرنے سے اس پہلو کی بہتر جانچ ہو گی۔ تدوین میں اصل ترتیب محفوظ رکھتے ہوئے تحقیقی اشاریہ الگ بنایا جا سکتا ہے۔ اس طریقے سے مصنف کی عبارت بھی باقی رہتی ہے اور محقق کو روابط کی نوعیت، تکرار اور تنوع کا منظم مطالعہ بھی میسر آتا ہے۔

متعدد روابط کی فہرست میں علمی تنوع کی شناخت ایک مستقل کام ہے۔ کسی سورت کا دوسرے مقام سے تعلق عقیدے، حکم، تاریخی مثال، اخلاقی تنبیہ یا اسلوب کی مناسبت سے ہو سکتا ہے۔ اگر ہر ربط ایک نئی جہت کھولتا ہو تو فہرست واقعی توضیحی وسعت رکھتی ہے۔ اگر وہ سب ایک ہی عمومی مضمون کو نئے الفاظ میں کہیں تو تعداد بڑھنے کے باوجود علمی اضافہ محدود ہو سکتا ہے۔ سندیلوی کی تفصیلی پیش کش کو اسی سوال کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اس سے ان کے تدبر کی قوت اور مواد کی ترتیب کی ضرورت دونوں سامنے آ سکتی ہیں۔

تدوین کے اعتبار سے اس مواد کو اصل ترتیب کے ساتھ محفوظ رکھتے ہوئے ایک تحقیقی اشاریے میں مرتب کرنا مفید ہو گا۔ ہر ربط کے سامنے متعلقہ آیات، نوع مناسبت اور مرکزی سوال لکھا جائے۔ یہ اشاریہ اصل مخطوطے کی عبارت کا بدل نہیں، اس تک رسائی کا معاون ہو گا۔ اس سے محقق مختلف سورتوں میں ایک ہی نوع کے روابط جمع کر کے ان کی مستقل یا مقام وار حیثیت جانچ سکتا ہے۔ فراہم کردہ مقالے میں روابط کی کثرت اس نوع کی آئندہ تحقیق کے لیے اہم بنیاد فراہم کرتی ہے، لیکن اس کی تکمیل اصل متن کی مراجعت سے ہو گی۔

نیلوی کے محدود روابط کے مقابل سندیلوی کی کثرت کا صحیح سوال یہ ہے کہ کیا اضافی مناسبتیں سمجھ میں واقعی اضافہ کرتی ہیں۔ اس کے جواب کے لیے دونوں کے ایک ہی مقام کا تقابل زیادہ مفید ہو گا۔ اگر نیلوی ایک جامع ربط بیان کریں اور سندیلوی اسی کے ذیلی پہلو کھولیں تو ان میں تکمیلی تعلق ہو سکتا ہے۔ اگر سندیلوی ایسا الگ تعلق بیان کریں جو پہلے میں موجود نہ ہو تو وہ مستقل امتیاز ہو گا۔ اگر دونوں کی دلیل مختلف ہو تو ترجیح اس دلیل سے متعین ہو گی، محض تعداد سے نہیں۔

۷۔ نیلوی کے ہاں اختصار اور واضح ترتیب

مقالے کے منتخب نظائر میں نیلوی عموماً محدود روابط کے ذریعے تعلق بیان کرتے ہیں، اگرچہ بعض مقامات میں پانچ یا چھ روابط بھی موجود ہیں۔ ان کا امتیاز تعداد کی لازمی کمی نہیں، بلکہ مختصر عبارت میں مرکزی تعلق سامنے لانے کی کوشش ہے۔ اس انداز سے عمومی قاری کو بنیادی مناسبت جلد سمجھ آتی ہے۔[12]

---

[10] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۲۴، ۲۸، ۶۴، ۳۳۔

[11] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۲۴، ۲۸، ۶۴۔

[12] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۵، ۸۰، ۱۲۵، ۴۴۳، ۲۳۶۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اختصار کی کامیابی یہ ہے کہ ضروری دلیل باقی رہے اور غیر متعلق تفصیل کم ہو۔ اگر مختصر بیان صرف دعویٰ چھوڑ دے تو وہ تحقیق میں ناکافی ہو گا؛ اگر مرکزی قرائن محفوظ رکھے تو ابلاغ بہتر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح تفصیل اس وقت مطلوب ہے جب مسئلے کی نوعیت کئی پہلوؤں کا تقاضا کرے۔

نیلوی اور سندیلوی کا تقابل مختصر اور طویل ہونے کی بنیاد پر فیصلہ کن نہیں ہونا چاہیے۔ یکساں مقام میں دیکھا جائے کہ قاری کو اصل تعلق سمجھنے کے لیے کتنی معلومات درکار ہیں۔ نیلوی کا اختصار تدریس کے لیے موزوں ہو سکتا ہے اور سندیلوی کی تفصیل تحقیق میں مزید سوالات پیدا کر سکتی ہے۔ ان دونوں افادیتوں کا فرق علمی برتری کی مطلق درجہ بندی کے بغیر بیان کیا جا سکتا ہے۔

اختصار کی جانچ میں قارئین کے درجے کو بھی ملحوظ رکھنا ہو گا۔ ابتدائی طالب علم کے لیے مختصر مرکزی تعلق کافی ہو سکتا ہے، جبکہ محقق کو متبادل اقوال اور تفصیلی قرائن درکار ہوں گے۔ اس لیے ایک ہی عبارت مختلف مقاصد کے لیے مختلف افادیت رکھ سکتی ہے۔ نیلوی کی مسلسل پیش کش عام مطالعے میں مدد دے سکتی ہے، لیکن اس سے تحقیقی تفصیل کی ضرورت ختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح سندیلوی کی تفصیل عام قاری کے لیے ترتیب چاہتی ہو تو یہ پورے مواد کے رد کی دلیل نہیں۔ دونوں کے کام کو متعلقہ مقصد کے اعتبار سے پڑھنا علمی انصاف اور بہتر تدریسی انتخاب کا ذریعہ ہے۔ اختصار کے ساتھ وضاحت کا تعلق ہمیشہ یکساں نہیں۔ بعض مسائل میں کم الفاظ کافی ہیں، کیونکہ قرینہ قریب اور ظاہر ہوتا ہے۔ بعض میں تفصیل ضروری ہے، کیونکہ متبادل تعبیرات موجود ہوتی ہیں یا تاریخی پس منظر جاننا پڑتا ہے۔ اس لیے نیلوی کی مختصر عبارت کو ہر مقام میں زیادہ بہتر کہنا بھی درست نہیں اور سندیلوی کی تفصیل کو عمومی طور پر غیر ضروری کہنا بھی مناسب نہیں۔ مناسب معیار یہ ہے کہ مسئلے کی ضرورت کے مطابق کتنی توضیح درکار تھی اور مفسر نے وہ ضرورت پوری کی یا نہیں۔

مقالے میں نیلوی کے اختصار کی تحسین کے ساتھ بعض جگہ ان کے سخت لہجے پر تنقید بھی ملتی ہے۔ ان دونوں باتوں کو الگ سمجھنا چاہیے۔ اختصار عبارت کی مقدار اور ترتیب کا وصف ہے؛ لہجہ ابلاغ کی کیفیت سے متعلق ہے۔ ایک مختصر عبارت سخت بھی ہو سکتی ہے اور نرم بھی۔ اسی طرح تفصیلی بیان واضح یا پیچیدہ ہو سکتا ہے۔ جب مختلف اوصاف الگ جانچے جائیں تو پوری تفسیر کے بارے میں ایک ہی عمومی تاثر کے بجائے زیادہ دقیق نتائج سامنے آتے ہیں۔ یہ روش دونوں کے علمی مقام کی بہتر شناخت کرتی ہے۔[13]

تدریسی سطح پر اختصار کا فائدہ اس وقت بڑھتا ہے جب استاد اس کے ضروری قرائن بھی بتائے۔ صرف خلاصہ یاد کرانے سے طالب علم کو نتیجہ معلوم ہو گا، دلیل نہیں۔ اسی طرح تفصیلی مواد میں مرکزی نکتہ نمایاں نہ کیا جائے تو قاری معلومات کے باوجود اصل تعلق سے دور رہ سکتا ہے۔ نیلوی کا مختصر بیان اور سندیلوی کی تفصیل دو الگ تعلیمی ضرورتوں کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ابتدائی درس میں جامع مناسبت اور اعلیٰ تحقیق میں متعدد قرائن پیش کرنا اس مواد سے متوازن استفادے کی ایک مناسب صورت ہے۔

۸۔ توحیدی ترجیح اور مضامین کی وسعت

دونوں مفسرین کے ہاں توحید مشترک اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے صرف توحیدی رجحان کو کسی ایک کا امتیاز کہنا درست نہیں۔ فرق یہ ہو سکتا ہے کہ ایک مفسر توحید کو دعویٰ بنا کر باقی مضامین کی ترتیب دکھائے اور دوسرا اس کے ساتھ متعدد موضوعی مناسبتیں کھولے۔[14]

توحید قرآن کا بنیادی مضمون ہے، لیکن حقوق، عبادات، اخلاق، قانون اور آخرت کے بیانات اپنی مخصوص ساخت بھی رکھتے ہیں۔ مربوط تفسیر میں ان مضامین کی توحید سے نسبت دکھانا مفید ہے؛ ان کی الگ توضیح ختم کر دینا مفید نہیں۔ نساء کے خاندانی احکام یا مائدہ کے وفائے عہد کو صرف عقیدے کی تکرار بنا دینا متن کی عملی تفصیل کم کر دیتا ہے۔

اس لیے علمی قدر پیمائی میں دیکھا جائے کہ مرکزی توحیدی زاویہ متعلقہ آیات کو کس حد تک واضح کرتا ہے۔ جہاں وہ عبادت اور تشریع کی نسبت سمجھاتا ہے، وہاں اس کی قوت نمایاں ہے۔ جہاں مختلف مضامین کی مخصوص حکمت اوجھل ہو جائے، وہاں مزید توضیح ضروری ہے۔ یہ معیار دونوں مفسرین پر یکساں لاگو ہونا چاہیے۔

توحیدی ترجیح کی جانچ میں ایک مفید سوال یہ ہے کہ کیا مفسر حقوق اور احکام کو اس بنیاد کے عملی تقاضے کے طور پر کھولتا ہے۔ اگر اس کا جواب مثبت ہو تو مرکزی تصور متن کے مختلف پہلوؤں کو مربوط کرتا ہے۔ اگر ہر مقام میں صرف عمومی عقیدے کا اعادہ ہو تو مخصوص حکم کی حکمت باقی رہ سکتی ہے۔ اس لیے نساء اور مائدہ جیسے مقامات دونوں

---

[13] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص۵، ۸۰، ۱۲۵، ۴۴۳، ۲۳۶۔

[14] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص۳، ۴۲، ۲۲؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص۱، ۳۲، ۵۰۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کے تقابل میں اہم نمونے ہیں۔ یہاں عقیدہ، امانت، عہد اور عدل کی مناسبت ساتھ سامنے آتی ہے۔ ان مقامات کا تفصیلی تقابل عمومی توحیدی نسبت سے زیادہ قابل جانچ نتائج فراہم کر سکتا ہے۔

توحید کے مشترک مرکز میں بندگی، تشریع اور اخلاق کی نسبت الگ الگ پہلو رکھتی ہے۔ کسی مقام میں خالق کی وحدت پر دلیل ہے، دوسرے میں عبادت کی تخصیص اور تیسرے میں حکم کی معتبر نسبت سامنے آتی ہے۔ ان سب کو صرف توحید کہہ دینا عمومی شناخت ہے؛ ان کے باہمی تعلق کو واضح کرنا نظم کی تحقیق ہے۔ نیلوی کی مرکزی ترجیح اور سندیلوی کی موضوعی توسیع کو اسی فرق کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اس سے مشترک بنیاد محفوظ رہتی ہے اور دونوں کی توضیح کے مخصوص پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔

فراہم کردہ مقالے میں دونوں کے لیے توحید اور قرآنی وحدت کے مقاصد بیان ہوئے ہیں۔ لیکن مشترک مقصد کا مطلب مشترک طریقہ نہیں۔ کوئی مفسر ایک مرکزی دعوے سے ذیلی مضامین کی طرف جاتا ہے، دوسرا مختلف مضامین سے عمومی تعلق کی تشکیل کرتا ہے۔ یہ فرق ابتدائی مفروضے اور تجزیے کی ترتیب سے متعلق ہو سکتا ہے۔ اسے ثابت کرنے کے لیے مکمل مثال دیکھنا ضروری ہے۔ محض مصنف کی عمومی ترجیح یا کتاب کے تعارف سے ہر مقام کی روش معلوم نہیں ہو جاتی۔[15]

اس موضوع میں ایک ممکن خطرہ یہ ہے کہ مرکزی تصور کی قوت مختلف احکام کی اپنی دلالت کو اوجھل کر دے۔ حقوق، عبادات اور معاشرتی ضابطوں کی توحید سے نسبت ضرور ہے، مگر ان کی تفصیلی شرائط بھی اہم ہیں۔ نیلوی اور سندیلوی کے تقابل میں دیکھا جائے کہ کس بیان سے دونوں سطحیں زیادہ واضح ہوتی ہیں۔ اگر ایک توجیہ عقیدے کی بنیاد دکھائے اور دوسری عملی تفصیل، تو دونوں سے فائدہ لیا جا سکتا ہے۔ کسی ایک کو مطلق کافی کہنا اسی وقت درست ہو گا جب متعلقہ مسئلے کی تمام ضروری جہات اس میں واقعی روشن ہوں۔

۹۔ اعتراض کے جواب اور اصلاحی خطاب

مقالے میں نیلوی کے ترجمے کو بعض اعتراضات کے جواب کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ اس میں ہدایت، **بسم اللہ** اور دوسرے مقامات کی توضیح مثال کے طور پر آتی ہے۔ اس رجحان سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر صرف الفاظ سمجھانے کے لیے نہیں، قارئین کے ذہنی سوالات حل کرنے کے لیے بھی لکھی گئی ہے۔[16]

لیکن اعتراض کا جواب متن کے تابع ہونا چاہیے۔ کسی معنی کو صرف اس لیے ترجیح دینا کہ اس سے ایک اعتراض ختم ہوتا ہے، کافی دلیل نہیں۔ لغوی دلالت، سیاق اور دوسری آیات کی شہادت کے ساتھ جواب کی قوت جانچی جائے۔ ہدایت میں حصول، اضافہ اور استقامت کے پہلو ایک دوسرے سے متعلق ہو سکتے ہیں؛ کسی ایک کو سب کا بدل بنانا احتیاط چاہتا ہے۔

سندیلوی کے بارے میں مقالہ اصلاحی اور تربیتی خدمات کا بھی ذکر کرتا ہے۔ انہیں تفسیری منہج کا ثبوت اسی وقت بنایا جا سکتا ہے جب متعلقہ تشریح میں ان کا اثر دکھائی دے۔ ذاتی خدمات علمی پس منظر فراہم کرتی ہیں، لیکن کسی مخصوص ربط کی صحت متن اور دلیل ہی سے ثابت ہو گی۔

اصلاحی خطاب میں لہجے کی قوت بھی الگ سوال ہے۔ سخت لفظ بعض مواقع پر مفسر کی دینی تشویش ظاہر کرتا ہے، لیکن اس سے دلیل کی قوت خود بخود نہیں بڑھتی۔ اسی طرح نرم عبارت کے ساتھ بھی کمزور توجیہ ممکن ہے۔ اس لیے لہجے، ابلاغ اور استدلال کے نتائج الگ رکھے جائیں۔ مقالے میں دونوں کے بارے میں مختلف اسلوبی تبصرے ملتے ہیں؛ انہیں مخصوص اقتباسات کے ساتھ جانچنا چاہیے۔ تحقیقی مقالہ کسی مفسر کے جذبات کی نقل کے بجائے اس کے موقف کی درست وضاحت کرے۔ اس سے علمی اختلاف میں احترام بھی باقی رہتا ہے اور اصل دلیل زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اعتراض کے جواب کی تحقیق میں پہلے اعتراض کی صحیح صورت معلوم ہونی چاہیے۔ کبھی ایک سوال حقیقی ابہام سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی غلط مفروضے پر قائم ہوتا ہے۔ دونوں کے جواب کی نوعیت الگ ہو گی۔ نیلوی کے ترجمے میں وضاحتی اضافہ قاری کے ذہنی سوال کو حل کر سکتا ہے، مگر محقق کو یہ دکھانا چاہیے کہ کون سا سوال حل ہوا اور کس دلیل سے۔ اگر اعتراض کی اصل عبارت یا ماخذ معلوم نہ ہو تو اس کے مکمل رد کا دعویٰ احتیاط چاہتا ہے۔ موجودہ مطالعہ ایسے عمومی دعووں کو متعلقہ مثالوں کی حد میں رکھتا ہے۔

ہدایت کے مفہوم میں استقامت کا پہلو ایک مفید توضیح ہے، لیکن اس سے صرف ایک اعتراض دور ہونے کی بنا پر تمام دیگر معانی ختم نہیں ہو جاتے۔ اسی طرح محذوف قول کی تقدیر کو اس کے لسانی اور سیاقی قرائن سے سمجھنا ہو گا۔ اس مثال میں نیلوی کی ابلاغی کوشش اور معنی کی علمی ترجیح دونوں الگ زیر بحث آتی ہیں۔ یہی تفریق ترجمے کی قدر پیمائی کو متوازن بناتی ہے۔ قاری کے سوالات کو اہمیت دینا ایک خوبی ہے؛ ان کے جواب میں اصل دلالت کی حفاظت دوسری ضروری خوبی ہے۔

---

[15] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۳، ۴۲، ۲۲؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱، ۳۲، ۵۰۔

[16] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱۶۴۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اصلاحی خطاب کے لیے یہ اصول بھی اہم ہے کہ مخالف موقف کی درست نمائندگی کی جائے۔ سخت تعبیر کے ذریعے کسی غلطی کی نشان دہی ممکن ہے، مگر تحقیقی مقالے میں اعتراض کے الفاظ، جواب کی بنیاد اور نتیجے کی حد واضح ہونی چاہیے۔ نیلوی اور سندیلوی کی اصلاحی ترجیحات کو اس معیار سے پڑھنے سے دونوں کی خدمات زیادہ درست مقام پر آتی ہیں۔ ان کا دینی مقصد تسلیم کرتے ہوئے ہر مخصوص توجیہ کی دلیل الگ جانچی جاسکتی ہے۔ علمی احترام اور تحقیق کی آزادی اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ برقرار رہتے ہیں۔

۱۰۔ حدیثی ذوق اور سوانحی مواد کی جگہ

سندیلوی کی حدیثی خدمات، روایت و اجازت اور تدریسی تعلقات فراہم کردہ مقالے میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ یہ معلومات ان کی علمی شخصیت سمجھنے کے لیے اہم ہیں، مگر نظم قرآن کے امتیازات میں ان کی جگہ متعین کرنا ضروری ہے۔ روایت کی اجازت دینا اور کسی آیت کی مناسبت حدیث سے واضح کرنا الگ امور ہیں۔[17]

منہجی امتیاز ثابت کرنے کے لیے یہ دکھایا جائے کہ کس ربط میں کون سی روایت استعمال ہوئی، روایت کا مفہوم کیا ہے، اور اس سے آیات کا تعلق کیسے واضح ہوتا ہے۔ صرف حدیثی ذوق یا اسناد کی وسعت سے ہر تفسیری توجیہ کی صحت لازم نہیں آتی۔ اسی طرح حدیث کے بغیر نقل کردہ ربط کو محض اس وجہ سے رد بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تحقیقی مقالے میں سوانح کا مختصر تعارف کافی ہے، جبکہ اصل جگہ متنی نمونوں کو ملنی چاہیے۔ اس ترتیب سے علمی شخصیت کا احترام بھی باقی رہتا ہے اور بحث اپنے موضوع سے دور بھی نہیں جاتی۔ موجودہ مطالعہ اسی وجہ سے سوانحی اطلاع اور تفسیری طریقے کو الگ رکھتا ہے۔

سوانحی خدمات کو مکمل طور پر خارج کرنا بھی مناسب نہیں، کیونکہ علمی ماحول مفسر کی ترجیحات سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ درست طریقہ یہ ہے کہ مختصر پس منظر کے بعد اس کے متنی اثر کی مثال دی جائے۔ مثلاً اگر تدریسی ذوق کی وجہ سے سوال و جواب کی صورت غالب ہو تو متعلقہ عبارت دکھائی جائے۔ اگر روایت کی خدمت سے حدیثی استشہاد بڑھا ہو تو اس کا نمونہ پیش کیا جائے۔ اس طرح سوانح دلیل کی جگہ نہیں لیتی، دلیل کی تعبیر کا پس منظر بنتی ہے۔ سندیلوی کے بارے میں مقالے کا وسیع سوانحی مواد اسی منظم تعلق کے ساتھ منہجی تحقیق میں زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

حدیثی خدمت اور تفسیری استشہاد میں فرق کی ایک عملی صورت یہ ہے کہ اسناد کی مہارت روایت کی صحت جانچنے میں مدد دیتی ہے، جبکہ آیت کے ساتھ روایت کی مناسبت ایک الگ استدلالی سوال ہے۔ مفسر دونوں علوم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، مگر محقق کو یہ بتانا ہو گا کہ زیر بحث ربط میں کون سا پہلو استعمال ہوا ہے۔ سندیلوی کی علمی شخصیت کے بارے میں فراہم کردہ مواد اس پس منظر کی اہمیت دکھاتا ہے۔ تاہم ہر حدیثی خدمت کو نظم قرآن کے مستقل امتیاز میں بدلنا درست نہیں۔

سوانحی معلومات میں تدریس، اصلاح اور علمی تعلقات بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ سب مفسر کی ترجیحات سمجھنے کے لیے مفید ہیں، مگر تفسیر کے مخصوص نتیجے کی دلیل نہیں۔ مثال کے طور پر کسی استاد کا عام فہم انداز اس کی مجلس کے مقصد سے متعلق ہو سکتا ہے؛ اس انداز کی تحقیق کے لیے متعلقہ عبارت بھی سامنے لائی جائے۔ اگر صرف شخصی تعریف پیش ہو تو منہجی سوال حل نہیں ہوتا۔ موجودہ مطالعہ اسی وجہ سے سندیلوی کی سوانح کو علمی پس منظر کی حد میں اور ان کے روابط کو متنی جانچ کے دائرے میں رکھتا ہے۔[18]

یہ حد بندی نیلوی کے لیے بھی یکساں ضروری ہے۔ ان کی اصلاحی وابستگی یا مخالف سوالات کے جواب کی کوشش ان کی تصنیف کے مقصد کو واضح کرتی ہے، مگر کسی مخصوص ترجمے کی صحت اصل الفاظ اور دلیل سے جانچی جائے گی۔ اگر دونوں کے لیے ایک ہی اصول اختیار نہ کیا جائے تو تقابل غیر متوازن ہو گا۔ کسی مفسر کی علمی خدمات کی وجہ سے اس کے ہر نتیجے کو قبول کرنا اور دوسرے کی نسبت کم معلوم ہونے کی وجہ سے اس کی توجیہ کو کم تر سمجھنا، دونوں رویے تحقیقی معیار سے دور ہیں۔

۱۱۔ فاتحہ کے روابط کی تعداد اور تقابل کی درست اکائی

سندیلوی کے امتیاز کی ایک قابل توجہ مثال وہ شمار ہے جو اصل مقالے میں فاتحہ کے ساتھ دوسری سورتوں کی مناسبت کے ضمن میں پیش ہوا ہے۔ اس بیان کے مطابق بقرہ کے ساتھ پینتیس، آل عمران کے ساتھ بارہ، نساء کے ساتھ دس، مائدہ کے ساتھ آٹھ، اعراف کے ساتھ پندرہ اور توبہ کے ساتھ اڑتیس روابط بیان کیے گئے ہیں۔ ان اعداد سے پہلا نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ مفسر نے فاتحہ کو متعدد سورتوں کے مضامین سمجھنے کا ایک مرکزی حوالہ بنایا ہے۔ یہ اعداد بذات خود ہر رابطے کی قوت، انفرادیت یا

---

[17] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱۶۴؛ رضاء الحسن، ارمغان شیخ علی احمد سندیلوی (لاہور: مکتبہ دار الاسلام، ۲۰۲۲ء)، ص ۱۴۷۔

[18] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱۶۴؛ رضاء الحسن، ارمغان شیخ علی احمد سندیلوی، ص ۱۴۷۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

صحت کا فیصلہ نہیں کرتے۔ ہر ربط کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ فاتحہ کے کس لفظ یا مضمون سے شروع ہوتا ہے، متعلقہ سورت کے کس مقام پر پہنچتا ہے، اور دونوں کے درمیان تعلق لفظی ہے یا معنوی۔ اس تفصیل کے بغیر محض زیادہ تعداد کو زیادہ مضبوط نظم کا مترادف سمجھنا درست نہیں ہو گا۔[19]

یہاں ایک دوسری احتیاط بھی لازم ہے۔ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کے مابین متعدد مناسبتوں کا شمار، دو متصل سورتوں کے اختتام اور افتتاح کی مناسبتوں کے شمار سے الگ تحقیقی اکائی ہے۔ اصل مقالے کے ایک دوسرے مقام پر نساء اور مائدہ کے درمیان اکتیس، اور مائدہ اور انعام کے درمیان چالیس روابط کا ذکر آتا ہے۔ پہلے شمار میں فاتحہ معیار ہے، دوسرے میں متصل سورتوں کا باہمی تعلق زیر بحث ہے۔ لہٰذا دونوں بیانات کو ایک دوسرے کی تردید قرار دینے سے پہلے ان کے عنوان، مقصد اور حدود کو پڑھنا چاہیے۔ مختلف سوالوں کے جواب میں حاصل ہونے والے اعداد میں فرق ایک معمول کی بات ہے۔ تضاد تب ثابت ہو گا جب ایک ہی متن، ایک ہی جوڑے اور ایک ہی تعریف کے مطابق دو ناقابل جمع دعوے پیش کیے جائیں۔

ان معلومات سے ایک عملی تقابلی طریقہ بھی نکلتا ہے۔ محقق پہلے ہر رابطے کو الگ اندراج دے، پھر اس کا قرآنی مقام، متعلقہ مفہوم اور استدلال کا واسطہ لکھے۔ اس کے بعد یہ نشان دہی کرے کہ کون سے روابط ایک ہی بنیادی نسبت کی مختلف تعبیرات ہیں، اور کون سے واقعی نئے معنوی پہلو پیش کرتے ہیں۔ اگر ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہو تو اسے متعدد مستقل دلائل شمار کرنے میں احتیاط ہونی چاہیے۔ اس طرح سندیلوی کی تفصیل کا علمی فائدہ محفوظ رہتا ہے اور عددی کثرت کے سبب پیدا ہونے والا مبالغہ بھی کم ہوتا ہے۔ اس درجہ بندی کا مقصد مفسر کی محنت کو گھٹانا نہیں بلکہ اس محنت کی نوعیت زیادہ صاف طور پر سامنے لانا ہے۔

نیلوی کے ساتھ تقابل میں یہی معیار یکساں طور پر نافذ ہونا چاہیے۔ اگر ان کے ہاں چند جامع روابط ہیں تو ان کی جامعیت اور متن پر انطباق جانچا جائے؛ اگر سندیلوی کے ہاں متعدد جزوی روابط ہیں تو ان کے باہمی امتیاز اور مجموعی افادیت کا جائزہ لیا جائے۔ مختصر بیان میں کسی نسبت کا پوشیدہ رہ جانا ممکن ہے، اور مفصل بیان میں ایک ہی نسبت کی تکرار ممکن ہے۔ دونوں امکانات محض احتمالات ہیں، انہیں اصل مثال سے ثابت کرنا ہو گا۔ دستیاب مقالہ ان سوالات کی بنیاد فراہم کرتا ہے، مگر مکمل مخطوطے کی عدم دستیابی تمام روابط کی آزادانہ گنتی کا موقع نہیں دیتی۔ اسی لیے یہاں مذکورہ اعداد کو مقالے کی فراہم کردہ معلومات کے طور پر قبول کیا گیا ہے، جامع تصدیق شدہ فہرست کے طور پر نہیں۔

۱۲۔ موضوعی تقسیم میں فاتحہ کے مرکزی مقام کی دو صورتیں

اصل مقالے میں نیلوی کی مجموعی تقسیم چار بڑے عنوانات کے تحت بیان ہوئی ہے: خلق، ربوبیت، تبارک اور معاد۔ اس بیان کے مطابق پہلا حصہ فاتحہ سے مائدہ تک، دوسرا انعام سے بنی اسرائیل تک، تیسرا کہف سے احزاب تک اور چوتھا سبا سے ناس تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ تقسیم قرآن کے بڑے حصوں کو ایک مسلسل اعتقادی اور اصلاحی ترتیب میں پڑھنے کی کوشش ہے۔ اس کے اندر فاتحہ کا مقام محض پہلی سورت کا نہیں رہتا بلکہ وہ بعد کی توضیح کے لیے آغاز اور اجمال کا کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم کسی حصے کا عنوان اس حصے کی ہر آیت کے تمام معانی کا بدل نہیں ہے۔ عنوان موضوعاتی ترجیح بتاتا ہے، جبکہ احکام، قصص، وعظ اور استدلال اپنی مقامی معنویت بھی رکھتے ہیں۔ ان مقامی معانی کو برقرار رکھنا ہی جامع تقسیم کو قابل دفاع بناتا ہے۔[20]

سندیلوی کے متعلق اسی بحث میں چار حصوں کے ساتھ چھ عمومی مضامین کا ذکر بھی ملتا ہے۔ یہ مضامین توحید، رسالت، احکام، احکام ماننے والوں کے احوال، نہ ماننے والوں کے احوال اور قیامت ہیں۔ مقالے کے مطابق فاتحہ میں ان کے اجمال کو دیکھا جاتا ہے اور باقی قرآن میں ان کی تفصیل تلاش کی جاتی ہے۔ یہاں تقسیم کے دو درجے نمایاں ہیں: ایک سورتوں کے بڑے مجموعوں کا درجہ اور دوسرا مضامین کی عمومی فہرست کا درجہ۔ چھ مضامین کا ہونا لازماً چھ حصوں کا ہونا نہیں ہے۔ کوئی مضمون ایک سے زیادہ حصوں میں آ سکتا ہے، اور ایک ہی حصہ متعدد مضامین کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس فرق کو واضح کیے بغیر چار اور چھ کی تعداد کو اختلاف یا تعارض کی صورت میں پیش کرنا غلط تاثر پیدا کرے گا۔

دونوں طریقوں کے تقابل میں مفید سوال یہ ہے کہ فاتحہ سے بعد کی تفصیل تک جانے کا استدلال کیسے قائم ہوتا ہے۔ کیا مفسر فاتحہ کے الفاظ سے براہ راست کسی حکم کی طرف جاتا ہے، یا ربوبیت، عبادت اور ہدایت جیسے وسیع مفاہیم کو واسطہ بناتا ہے؟ پہلی صورت میں لفظ اور متعلقہ آیت کے تعلق کی جانچ ضروری ہو گی؛ دوسری صورت

---

[19] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، مباحث روابط سورۃ الفاتحۃ؛ ص ۲۴، ۲۸، ۶۴۔

[20] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۳؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

میں یہ دیکھا جائے گا کہ وسیع مفہوم کے اندر اس مخصوص آیت کو رکھنے کی وجہ کیا ہے۔ مثلاً ہدایت کے تحت احکام کو رکھنا عمومی اعتبار سے قابل فہم ہے، مگر کسی حکم کے محل، مخاطب اور حکمت کی تفصیل اس عمومی نسبت سے خود بخود ثابت نہیں ہوتی۔ وہاں متعلقہ آیات اور ان کے سیاق کی طرف رجوع کرنا ضروری رہے گا۔

اس مثال سے دونوں مفسرین کا مشترک رجحان بھی معلوم ہوتا ہے اور ان کے امتیاز کی حد بھی۔ اشتراک قرآن کو ہدایت کی مربوط کتاب سمجھنے اور فاتحہ کو بنیادی تعارف ماننے میں ہے۔ امتیاز اس اجمال کو کھولنے کی زبان، تفصیل اور موضوعاتی درجات میں ہے۔ کسی ایک تقسیم کو آخری معیار قرار دینے کے بجائے یہ پوچھنا زیادہ نتیجہ خیز ہو گا کہ وہ مختلف سورتوں کی توضیح میں کیا اضافہ کرتی ہے۔ اگر تقسیم صرف پہلے سے معلوم عنوان دہراتی ہے تو فائدہ محدود ہے؛ اگر وہ مضامین کے انتقال اور عملی مقصد کو روشن کرتی ہے تو اس کی توضیحی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح بڑے عنوانات کو جانچ کا آغاز بنایا جا سکتا ہے، جانچ کا اختتام نہیں۔

۱۳۔ انعام اور اعراف کے اتصال میں عمومی مضمون اور مقامی شہادت

انعام اور اعراف کی مناسبت اس لیے اہم مثال ہے کہ یہاں ایک عمومی توحیدی مضمون کے ساتھ مقامی قرآنی شہادت بھی سامنے آتی ہے۔ اصل مقالے کے متعلقہ مباحث میں انعام کے آخری حصے اور اعراف کے ابتدائی حصے کو کتاب، پیروی اور تنبیہ کے مضامین کے ذریعے مربوط سمجھا گیا ہے۔ انعام میں نازل کردہ کتاب کی برکت اور اس کی پیروی کی تاکید ملتی ہے، جبکہ اعراف کے آغاز میں نازل کردہ کتاب، انذار اور اتباع کا خطاب سامنے آتا ہے۔ یہ مماثلت صرف دونوں سورتوں کے عمومی موضوع میں نہیں بلکہ مخصوص لفظی اور عملی عناصر میں بھی ہے۔ اس لیے یہاں ربط کی توضیح ان مقامات کو ساتھ پڑھنے سے زیادہ قابل فہم بنتی ہے۔[2221]

اس مثال کی پہلی علمی قدر یہ ہے کہ عمومی دعوے کے لیے قابل نشان دہی متن فراہم کرتی ہے۔ محقق یہ کہہ سکتا ہے کہ دونوں مقامات میں وحی اور انسانی عمل کا تعلق اہم ہے، پھر یہ دکھا سکتا ہے کہ نازل ہونے، پیروی کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کے مفاہیم کس طرح اس تعلق کو واضح کرتے ہیں۔ یوں استدلال محض اس جملے پر منحصر نہیں رہتا کہ دونوں سورتیں توحید بیان کرتی ہیں۔ توحید کے اندر وحی کی قبولیت، اطاعت کی ذمہ داری اور نصیحت کے اثر جیسے ذیلی پہلو سامنے آتے ہیں۔ یہ ذیلی پہلو موضوع کو محدود کر کے استدلال کی قوت بڑھاتے ہیں، کیونکہ قاری انہیں متعین آیات میں تلاش کر سکتا ہے۔

دوسری قدر یہ ہے کہ افتتاح اور اختتام کی مناسبت کو پوری سورت کے نظم سے الگ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ انعام کے آخری حصے اور اعراف کے آغاز کا تعلق واضح ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں سورتوں کی ہر آیت ایک ہی استدلالی سلسلے کی کڑی ہے۔ مکمل نظم دکھانے کے لیے اندرونی مضامین، قصص، احکام اور مخاطبین کے تنوع کی توضیح الگ درکار ہو گی۔ مقامی ربط ایک مضبوط ابتدائی قرینہ ہے، مگر اسے پوری ساخت کے لیے بلاواسطہ دلیل بنانا استدلال کو اس کی اصل قوت سے آگے بڑھانا ہے۔ اسی فرق کے ذریعے مختصر اور مفصل تفسیر دونوں کا منصفانہ جائزہ ممکن بنتا ہے۔

سندیلوی اور نیلوی کے تقابل میں اس نوع کی مثال ایک مشترک معیار فراہم کرتی ہے۔ پہلے دیکھا جائے کہ ہر مفسر متعین الفاظ کو کس طرح لیتا ہے، پھر یہ کہ ان الفاظ سے کون سا معنوی تعلق اخذ کرتا ہے، اور آخر میں یہ کہ اس تعلق کو بڑے موضوع سے کیسے جوڑتا ہے۔ اگر دونوں ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں تو استدلال کی مختلف راہیں ان کا امتیاز ہو سکتی ہیں۔ اگر نتائج الگ ہیں تو اختلاف کے مقام کی نشان دہی کی جائے: آیا فرق لفظ کے مفہوم میں ہے، متعلقہ سیاق کے انتخاب میں ہے یا مرکزی مضمون کے اطلاق میں؟ اس طرح تقابل صرف نتیجہ نقل کرنے سے آگے بڑھتا ہے۔

یہاں پیش کردہ توضیح متعلقہ قرآنی مقامات کے محدود مطالعے اور اصل مقالے کی معلومات پر مبنی ہے۔ دونوں تفسیروں کے مکمل متن کے بغیر کسی مفسر کے تمام مقامات پر اسی طریقے کی پابندی کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ مثال کا مقصد ایک قابل آزمائش معیار پیش کرنا ہے جسے مزید آیات پر یکساں طور پر استعمال کیا جا سکے۔ اس معیار میں اختصار، کثرت اور موضوعاتی جامعیت اپنی جگہ اہم رہتے ہیں، مگر ان سب کی قدر مخصوص متن کے ساتھ تعلق سے متعین ہوتی ہے۔

---

[21] **القرآن الکریم**، الانعام، ۶:۱۵۵؛ الاعراف، ۲:۷–۳۔

[22] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۳۳؛ **القرآن الکریم**، الانعام: ۱۵۵؛ الاعراف: ۲–۳۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۱۴۔ مخطوطے کی محدود دستیابی اور نتائج کی احتیاط

سندیلوی کے کام کی تحقیق میں مخطوطے کی دستیابی بنیادی مسئلہ ہے۔ فراہم کردہ مقالہ بعض سورتوں کے روابط نہ ملنے کا ذکر کرتے ہوئے احتمال ظاہر کرتا ہے کہ متعلقہ مواد مصنف تک نہیں پہنچا۔ اس اقرار کو نتائج میں مرکزی اہمیت ملنی چاہیے۔ غیر دستیاب صفحات کی بنا پر پورے کام کو نامکمل یا اس کے منہج کو غیر مستقل قرار دینا درست نہیں۔[23]

مخطوطے کی تحقیق میں نسخے کی مکمل شناخت، صفحات کی ترتیب، ابتدائی و آخری عبارت اور ممکنہ ساقط حصوں کی تعیین ضروری ہوتی ہے۔ مختلف نقول ملیں تو ان کی مقابلت بھی لازم ہے۔ ان مراحل کے بغیر خاموشی کی دلیل کمزور رہتی ہے۔

یہ محدودیت نیلوی کے ساتھ تقابل کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ایک مکمل مطبوعہ تفسیر اور جزوی طور پر دستیاب مخطوطے کی ظاہری جامعیت برابر پیمانے پر نہیں رکھی جاسکتی۔ اس لیے موجودہ نتائج دستیاب نمونوں کے امتیاز تک محدود ہیں۔ پوری تفسیر کے بارے میں قطعی حکم دینے کے لیے بنیادی متن کی زیادہ مکمل تحقیق درکار ہے۔

نامکمل رسائی کی حالت میں خاموشی کا مطلب صرف یہ ہے کہ متعلقہ شہادت موجودہ محقق کے پاس نہیں۔ اس کے بعد دو الگ امکانات باقی رہتے ہیں: مصنف نے اس مقام پر بحث نہ کی ہو، یا بحث محفوظ مواد میں موجود نہ ہو۔ ان امکانات میں فیصلہ بنیادی متن کی تحقیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ اسی لیے دستیابی کی حد واضح کرنا علمی کمزوری نہیں، معتبر تحقیق کا حصہ ہے۔ سندیلوی کے کام کی تدوین میں اس اصول کی اہمیت زیادہ ہے۔ مکمل فہرست، نسخوں کی مقابلت اور صفحات کی ترتیب سامنے آنے کے بعد ہی جامعیت، تسلسل اور موضوعاتی تقسیم کے بارے میں مضبوط نتائج اخذ کیے جاسکیں گے۔

مخطوطے کی محدود دستیابی میں نتائج کی زبان خاص احتیاط چاہتی ہے۔ یہ کہنا کہ موجودہ نسخے میں فلاں مقام نہیں ملا، ایک دستاویزی اطلاع ہے۔ یہ کہنا کہ مصنف نے اس مقام پر کبھی بحث نہیں کی، زیادہ وسیع دعویٰ ہے۔ دونوں کے درمیان فرق ثبوت کی مقدار سے متعلق ہے۔ فراہم کردہ مقالہ بعض مواد نہ پہنچنے کا احتمال تسلیم کرتا ہے، اس لیے تحقیق کو اسی حد کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ یہ اصول سندیلوی کے منہج کی جامعیت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

اصل نسخے کی تحقیق میں آغاز و اختتام، صفحات کی ترتیب، کتابتی فرق اور مختلف نقول کی نسبت سامنے آنا ضروری ہے۔ اگر کوئی حصہ ساقط ہو تو اس کا علم مواد کی موجودگی یا عدم موجودگی کے فیصلے کو بدل سکتا ہے۔ اسی طرح الگ نوٹس ایک ہی تصنیف کے حصے ہوں یا مستقل تحریریں، یہ بھی تعین چاہتا ہے۔ موجودہ مضمون اس بنیادی نسخہ جاتی کام کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اس لیے دستیاب اقتباسات سے مفسر کے ممکنہ طریقے کی شناخت کی گئی ہے، مکمل تصنیف کی حتمی ساخت متعین نہیں کی گئی۔

مطبع سے شائع شدہ مکمل ترجمہ اور غیر مکمل رسائی والا مخطوطہ ظاہری ترتیب میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس فرق کو فوری طور پر علمی صلاحیت کا فرق سمجھنا مناسب نہیں۔ ایک صورت میں تدوین، اشاعت اور قراءت کی سہولت حاصل ہوتی ہے؛ دوسری میں محقق کو پہلے مواد کی ترتیب اور صحت نقل متعین کرنا پڑتی ہے۔ نیلوی اور سندیلوی کا تقابل اسی عملی فرق کے ساتھ کیا جائے تو زیادہ منصفانہ ہو گا۔ بعد کی معتبر تدوین اس تقابل کے بعض نتائج کو مضبوط یا تبدیل بھی کر سکتی ہے؛ اس امکان کو واضح رکھنا علمی دیانت کا حصہ ہے۔

۱۵۔ امتیازات کی درجہ بندی اور مزید تحقیق کے قابل سوالات

دونوں مفسرین کے امتیازات کو پڑھنے کے بعد اگلا علمی مرحلہ ان کی مناسب درجہ بندی ہے۔ اس مضمون میں سامنے آنے والی خصوصیات کم از کم تین نوعیتیں رکھتی ہیں: اظہار کی خصوصیات، استدلال کی خصوصیات اور موضوعاتی ترجیحات۔ اظہار کی خصوصیت میں اختصار، تفصیل اور مسلسل توضیحی عبارت شامل ہیں۔ استدلال کی خصوصیت میں متعدد مناسبتیں، اجمال و تفصیل کا تعلق اور مخصوص قرآنی مقامات سے استشہاد آتا ہے۔ موضوعاتی ترجیح میں توحید، ربوبیت اور دوسرے عمومی مضامین کے تحت متن کو پڑھنے کا زاویہ شامل ہوتا ہے۔ ایک ہی مثال میں یہ تینوں پہلو جمع ہو سکتے ہیں، مگر تجزیے میں انہیں الگ سوالوں کے تحت دیکھنا زیادہ مفید ہے۔[24]

اظہار کے معیار پر مختصر عبارت کی خوبی فوری فہم اور واضح سمت ہو سکتی ہے۔ اس کی ممکن حد یہ ہے کہ بعض واسطے بیان ہوئے بغیر رہ جائیں۔ مفصل عبارت کی خوبی مختلف جہات سامنے لانا ہو سکتی ہے، جبکہ اس کی ممکن حد تکرار یا قاری پر زیادہ بوجھ ہے۔ ان حدود کو کسی مفسر کے متعلق پیشگی فیصلہ نہیں بنانا چاہیے۔ متعلقہ مثال پڑھ کر دیکھا

---

[23] سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، مخطوطہ، مباحث **ربط السور**۔

[24] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۳، ۱۵، ۲۲؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱، ۲۴، ۲۸، ۶۴۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

جائے کہ اختصار نے کون سی ضروری بات محفوظ رکھی اور کون سی بات مزید توضیح چاہتی ہے۔ اسی طرح تفصیل میں یہ جانچا جائے کہ نئے جملے واقعی نئی دلیل دیتے ہیں یا پہلے مفہوم کو دوسری صورت میں دہراتے ہیں۔

استدلال کے معیار پر زیادہ مناسبتوں کی پیش کش اسی وقت خاص قدر رکھتی ہے جب ان کے قرائن واضح ہوں۔ ایک رابطہ اگر متعین لفظ، مخاطب یا واقعے پر قائم ہے تو اس کی جانچ الگ ہو گی؛ اگر رابطہ عمومی اخلاقی یا اعتقادی مضمون پر قائم ہے تو اس کی وسعت اور حد الگ دیکھی جائے گی۔ وسیع مضمون متعدد مقامات کو متعلق کر سکتا ہے، لیکن اسی وسعت کے سبب کسی خاص ترتیب کی دلیل کم متعین بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے استدلال کی قوت صرف تعلق کے موجود ہونے سے نہیں بلکہ متعلقہ ترتیب کو سمجھانے کی صلاحیت سے بھی متعین ہو گی۔ یہ سوال دونوں مناہج کے لیے یکساں اہم ہے۔

موضوعاتی ترجیح کے معیار پر توحید کی مرکزیت کو تسلیم کرنے اور ہر جزوی مضمون کو اسی ایک عنوان سے مکمل طور پر سمجھانے میں فرق ہے۔ کسی حکم کی اعتقادی بنیاد واضح ہو سکتی ہے، مگر حکم کے مخاطب، عملی صورت اور خاص سیاق کی توضیح پھر بھی باقی رہتی ہے۔ اسی طرح قصص سے توحیدی سبق حاصل ہو سکتا ہے، لیکن قصے میں تسلی، تنبیہ، اخلاقی اصلاح اور نبوی دعوت کی تفصیل بھی ہو سکتی ہے۔ مفسر کے امتیاز کی قدر اسی وقت درست متعین ہو گی جب مرکزی موضوع ان اضافی پہلوؤں کو روشن کرے۔ مرکزی موضوع کا فائدہ مقامی مضمون کی توضیح میں نظر آنا چاہیے۔

اس درجہ بندی سے مستقبل کی تحقیق کے لیے چند واضح سوال نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ نیلوی کے مسلسل توضیحی ترجمے میں کتنے مقامات پر ربط کے الفاظ اصل مفہوم سے الگ شناخت کیے جا سکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ سندیلوی کے متعدد روابط میں بنیادی نسبتیں کتنی ہیں اور ان کی ذیلی تعبیرات کتنی ہیں۔ تیسرا یہ کہ دونوں کے ہاں سورت کے مرکزی مضمون کی تعیین میں افتتاح، اختتام اور اندرونی خطاب کا وزن کیا ہے۔ ان سوالوں کے جواب نمائندہ مثالوں کے باقاعدہ انتخاب سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ صرف آسان یا موافق مقامات کا انتخاب نتیجے کو محدود کر دے گا، اس لیے مختلف نوعیتوں کے مقامات ضروری ہیں۔

اس تحقیق کے لیے نمونے میں احکام والی آیات، قصص، عقائد اور وعظ کے مقامات سب شامل ہونے چاہئیں۔ ہر مقام پر اصل آیت، مفسر کی توضیح اور اس کے ربط کے قرائن الگ محفوظ کیے جائیں۔ اس کے بعد مشابہ مثالوں کا باہمی تقابل کیا جائے تاکہ کوئی انفرادی تعبیر مستقل اصول سمجھ کر پیش نہ ہو۔ یہ کام مکمل ہونے کے بعد ہی کسی منہج کے غالب رجحان کی نسبت زیادہ اعتماد سے کی جا سکے گی۔ موجودہ مضمون کی حیثیت اس تفصیلی کام کی بنیاد اور سوالنامہ فراہم کرنے کی ہے، اس کے تمام نتائج پہلے ہی طے کرنے کی نہیں۔

ایک اور سوال متعلقہ تفسیری مواد کی دستیابی سے وابستہ ہے۔ مخطوطے کے بارے میں مقالے میں بیان کردہ محدود رسائی کو نظر انداز کر کے جامع فیصلہ دینا مناسب نہیں۔ جہاں مکمل متن دستیاب ہو وہاں حصوں، ابواب اور مثالوں کی تصدیق کی جا سکتی ہے؛ جہاں صرف مقالے کا خلاصہ دستیاب ہو وہاں نتیجے کی زبان محدود رہنی چاہیے۔ یہ احتیاط تقابل کو کمزور نہیں کرتی بلکہ اس کے قابل اعتماد حصے کو واضح کرتی ہے۔ قاری جان سکتا ہے کہ کس مقام پر براہ راست قرآنی شہادت موجود ہے اور کس مقام پر تفسیری خصوصیت کا بیان ثانوی تحقیق کے واسطے سے آیا ہے۔

آخر کار دونوں مفسرین کی علمی خدمت کا منصفانہ اعتراف اسی درجہ بندی کے ساتھ ممکن ہے۔ مسلسل توضیح قاری کو متن کی پیش رفت سمجھنے میں مدد دے سکتی ہے، اور متعدد مناسبتوں کی تفصیل اسے ایک مضمون کے مختلف تعلقات سے واقف کر سکتی ہے۔ ان فوائد کو قبول کرنے کے لیے ہر تعبیر کو قطعی یا ہر فرق کو برتری قرار دینا ضروری نہیں۔ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ہر خدمت کے محل، دلیل اور حد کو واضح کیا جائے۔ اس سے امتیاز کا لفظ علمی توضیح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور تقابل مفسرین کی شخصیات سے آگے بڑھ کر ان کے فہم قرآن کے طریقوں پر مرکوز رہتا ہے۔

۱۶۔ امتیازات کی متوازن قدر پیمائی

دستیاب شہادت کی روشنی میں نیلوی کا مضبوط امتیاز مسلسل توضیحی ترجمے میں ربط کی پیش کش ہے۔ سندیلوی کا نمایاں پہلو منتخب مقامات میں متعدد مناسبتوں کی تفصیل ہے۔ پہلے میں ابلاغی تسلسل غالب ہے، دوسرے میں معنوی پہلوؤں کی توسیع زیادہ نمایاں ہے۔ دونوں کو معیار صحت کے بغیر مطلق ترجیح نہیں دی جا سکتی۔[25]

[25] نیلوی، **تبیین القرآن**، ص ۲، ۱۵؛ سندیلوی، **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**، ص ۱، ۳۲۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مقالے کے مختلف حصوں میں اسلوب کی تعریف اور تنقید کی تعبیرات یکساں نہیں۔ کہیں اختصار اور سادگی کی تحسین ہے، کہیں سخت لہجے یا تفصیل پر اعتراض۔ اس اختلاف کو حل کرنے کے لیے مقام وار مطالعہ چاہیے۔ ایک مفسر کا لہجہ مختلف مواقع میں مختلف ہو سکتا ہے؛ چند مثالوں سے پوری تصنیف کی ایک ہی صفت متعین نہیں ہونی چاہیے۔

آئندہ تحقیق ایک ہی قرآنی مقام کے دونوں بیانات ساتھ رکھ کر مفہوم، قرینہ، اضافہ اور نتیجے کا تقابل کرے۔ اس طریقے سے امتیاز قابل جانچ بنے گا۔ موجودہ مطالعہ اسی بنیاد پر دونوں کی علمی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے تحسینی دعووں اور ثابت منہجی خصوصیات میں فرق برقرار رکھتا ہے۔

اس متوازن نتیجے کے تحت آئندہ کام کی دو جہتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک سندیلوی کے مخطوطے کی معتبر تدوین ہے؛ دوسری نیلوی کے تفسیری ترجمے کے منتخب مقامات کی اصل متن سے مقابلت۔ پہلی جہت دستیابی اور نقل کی صحت بہتر کرے گی، دوسری توضیحی اضافوں کی نوعیت واضح کرے گی۔ دونوں کام ایک دوسرے سے متعلق ہیں، مگر ان کے طریقے الگ ہیں۔ تقابلی تحقیق ان نتائج کو بعد میں یکساں سوالات کے تحت جمع کر سکتی ہے۔ اس سے امتیاز کی بحث شخصی تاثر کے بجائے قابل مراجعت شہادت پر قائم ہو گی اور دونوں مفسرین کی خدمات کی زیادہ درست علمی شناخت سامنے آئے گی۔

متوازن قدر پیمائی میں ہر مفسر کے لیے ایک ہی سوالات اور معیار اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایک کے ہاں اختصار کو خوبی اور دوسرے کے ہاں اسی اختصار کو کمی کہنا مناسب نہیں۔ اسی طرح تفصیل کا فیصلہ مسئلے کی ضرورت سے ہو گا۔ اس اصول سے تقابل شخصی پسند سے آزاد ہوتا ہے۔ فراہم کردہ مقالے کے مختلف تبصروں کو منظم کرنے کے لیے یہی یکساں سوالات مفید ہیں: تعلق کی بنیاد کیا ہے، کون سا مفہوم واضح ہوا، کون سا احتمال باقی رہا اور قاری کے لیے پیش کش کتنی شفاف ہے؟

دستیاب مواد سے نیلوی کے مسلسل توضیحی ترجمے اور سندیلوی کے متعدد روابط کا فرق واضح ہوتا ہے۔ اس کے آگے صحت اور جامعیت کے نتائج مقام وار تحقیق چاہتے ہیں۔ ایک مفسر بعض مقامات میں زیادہ واضح قرینہ دے سکتا ہے اور دوسرے مقام میں دوسرا بیان بہتر ہو سکتا ہے۔ اس لیے پورے کام کی مطلق درجہ بندی کے بجائے مختلف علمی جہات کا الگ جائزہ زیادہ معتبر ہے۔ یہ طریقہ ان کی خدمات سے مشترک استفادہ بھی ممکن بناتا ہے اور ضروری علمی تنقید کے لیے جگہ بھی باقی رکھتا ہے۔

آئندہ تحقیق میں ایک ہی سورت کے دونوں مکمل بیانات، ان کے مصادر اور ذیلی عنوانات ساتھ رکھے جا سکتے ہیں۔ پہلے مشترکات، پھر مختلف مناسبتیں اور آخر میں ہر فرق کی دلیل واضح ہو۔ یہ کام اصل متون کی دستیابی کے بعد زیادہ مضبوط ہو گا۔ موجودہ مطالعہ اس تحقیق کے سوالات اور ابتدائی معیار متعین کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دونوں مفسرین کی علمی خدمت صرف تحسینی بیان نہیں رہتی، بلکہ قابل جانچ مواد بنتی ہے۔ یہی امتیازات کے مطالعے کی علمی افادیت ہے اور یہی اس مضمون کی محتاط سفارش بھی ہے۔

خلاصہ بحث

علامہ سندیلوی اور محمد حسین نیلوی کے نظم قرآن کے امتیازات کا جائزہ بتاتا ہے کہ دونوں کے درمیان فرق بنیادی طور پر توضیح کی سطح، عبارت کی تشکیل اور روابط کی پیش کش میں ہے۔ نیلوی کا وصف ترجمے کے اندر آیات کے تعلق کو مسلسل بیان میں واضح کرنا ہے، جبکہ سندیلوی کے دستیاب مواد میں منتخب سورتوں کے متعدد روابط کی تفصیل سامنے آتی ہے۔ دعوی سورت اور موضوع سورت کی تعبیرات بھی مختلف علمی ترجیحات کی طرف اشارہ کرتی ہیں، تاہم ان سے منہجی فرق ثابت کرنے کے لیے مکمل متنی نمونے درکار ہیں۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ روابط کی تعداد، اختصار، تفصیل یا شخصی علمی مقام تنہا صحت تفسیر کا معیار نہیں۔ معیار قرآنی دلالت، سیاق، دلیل اور نتیجے کی مناسبت ہے۔ سندیلوی کے مخطوطے کی محدود دستیابی کی وجہ سے غیر موجود مواد پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی طرح نیلوی کے ترجمے کی روانی کے ساتھ تشریحی اضافوں کی شناخت ضروری ہے۔ فراہم کردہ مقالے کے داخلی اختلافات متوازن نتائج کی ضرورت واضح کرتے ہیں۔ دونوں مفسرین کی خدمات سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ یکساں مقامات کی تقابلی تحقیق اور ماخذ کی شفاف نسبت ہے۔ اس احتیاط کے ساتھ ان کے امتیازات علمی تدبر اور تدریس دونوں میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔

مصادر و مراجع

القرآن الکریم۔

سندیلوی، علی احمد۔ **الدرر القرآن فی ربط السور الفرقان**۔ مخطوطہ، مملوکہ شہزاد علی احمد سندیلوی، بلا تاریخ۔

نیلوی، محمد حسین۔ **تبیین القرآن** (کامل، چہار حصص)۔ پاکستان: اشاعۃ التوحید والسنۃ، بلا تاریخ۔

رضاء الحسن۔ ارمغان شیخ علی احمد سندیلوی۔ لاہور: مکتبہ دار الاسلام، ۲۰۲۲ء۔